بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ رسالہ ہدایت قبالہ،کتاب مستطاب" سبحان السبوح"کے تیس عدد دلائل قاہرہ کی شرح کرنے والا،
امکان کذب پر وہابیت کے مکروہ چہرے سے نقاب کشائی کرنے والا، رخ روشن سنیت کو مزید منور کرنے والا

مسمیٰ بنام تاریخی

اشعۃ الروح فی شرح سبحان السبوح

۱۴۴۷ھ

تشریح و تالیف

قاطع کفر و بدعت، داعیٔ پیغامات اعلیٰ حضرت، نازش افتاء و تدریس

حضرت علامہ مفتی عبد الرحمن صاحب قادری حشمتی

صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الحشمتیہ مشاہد نگر ماہم

مکتبہ حشمتیہ

خانقاہِ عالیہ حشمتیہ درگاہ حضور معصوم ملت

الجامعۃ الحشمتیہ مشاہد نگر ماہم ضلع گونڈہ یوپی

بکاوش

مشن شیر سنت گروپ

نام کتاب ـــــ اشعۃ الروح فی سبحان السبوح
مؤلف ـــــ حضرت علامہ مفتی عبدالرحمن صاحب قادری حشمتی صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الحشمتیہ مشاہد نگر
فرمائش و تقدیم ـــ نبیرۂ حضور مظہر اعلیحضرت شہزادہ حضور معصوم ملت حضرت مولینا مفتی محمد فاران رضا خاں رضا صاحب قبلہ حشمتی
سن اشاعت ـــــ رجب المرجب ۱۴۴۷ھ جنوری ۲۰۲۶ء
کمپیوزنگ ـــــ محمد نجم الرضا حشمتی نجم گرافکس حشمت نگر پیلی بھیت شریف
ناشر ـــــ مکتبہ حشمتیہ
صفحات ـــــ ۳۰
تعداد ـــــ ۱۱۰۰

بموقع عرس مبارک
قطب زمن حضور معصوم ملت
رضی اللہ تعالی عنہ
منعقدہ ۱۰ شعبان المعظم
سنہ ۱۴۴۷ھ

{ملنے کے پتے}

ـــــ مکتبہ حشمتیہ، قادری مہمان خانہ آستانۂ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف (یوپی)
ـــــ چمن فاطمی خانقاہ حسنی حسینی قادری چشتی برکاتی رضوی حشمتی آستانۂ عالیہ حشمتیہ حشمت نگر پیلی بھیت شریف
ـــــ الجامعۃ الہادیہ حشمتی جامع مسجد بھیونڈی ممبئی
ـــــ دارالعلوم حشمت الرضا کرنیل گنج شفیع ہوٹل کانپور
ـــــ حشمتی جامع مسجد مینش مارکیٹ ممبئی

مقدمہ

ازقلم:

نبیرۂ حضور مظہر اعلیٰ حضرت شہزادہ حضور معصوم ملت صاحب تصانیف شہیرہ، واقف رموز علمیہ راقم نعت وقصائد فخیمہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد فاران رضا خان صاحب قبلہ حشمتی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم والصلاۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم الرؤوف الرحیم وعلیٰ الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین

امابعد

حریف نکتۂ توحید ہو سکا نہ حکیم
نگاہ چاہئے اسرار لا الہ کے لئے

امام اہل سنت عاشق خاتم نبوت، وارث علوم حضرت نعمان، واقف رموز معنیٔ سبحان، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس اللہ سرہٗ القوی نے جہاں سید المعصومین، صاحب قاب قوسین، حبیب رب العالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات غیر منتہی الصفات پر حملہ کرنے والے تمام بد دینوں و بے دینوں کے اوہام باطلہ کو کلکِ حیدری سے

پاش پاش کر دیا، ان تمام اعدأ کے عقائد رذیلہ وخبیثہ کو سنان قادری سے مثل گاجر، مولی قاش قاش کر دیا وہیں ذات واجب الوجود مشہود و معبود، ربنا رب الملائکۃ والروح، سبحان السبوح جل جلالہ وعم نوالہ کی تقدیس وتوحید پر ایسا زبردست مثالی پہرہ دیا کہ ہر شب خوں مارنے والے کا چہرہ بے نقاب کر دیا ان اعداء کے تمام ناپاک رازہائے سربستہ کو فاش فاش کر دیا جس کی بہترین مثال کتاب مستطاب ''سبحان السبوح عن کذب عیب مقبوح'' ہے۔ (یعنی کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ومنزہ ہے)

اس کتاب سے موضوع کتاب واضح ہے اور یہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی وحضور جدامجد شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت امام المناظرین غیظ المنافقین قدس اللہ سرہما جیسے چند مخصوص حضرات کی جلالت شان دیکھی کہ صرف کتاب یا رسالہ کے نام سے موضوع واضح ہوگا۔ اور قرانی لہجہ کے مطابق نظم ونثر سے معتدل رعایت سجع بھی موجود ہوگی ان سب کے باوجود علم ابجد کے حساب سے سن تصنیف یا سن اشاعت بھی ظاہر ہوگی۔

مذکورہ کتاب مستطاب مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کے رد میں ہے۔ وہابیوں دیوبندیوں کے مولویوں نے باری تعالیٰ کے امکان کذب کا مسئلہ بڑے زور وشور سے اٹھایا تھا اور ان کے مولوی خلیل احمد انبہٹی کی تصنیف کردہ اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصدیق کردہ کتاب ''براہین قاطعہ'' میں بھی اس مسئلہ کو ذکر کیا۔ یعنی ان ملاعنہ کے مولویوں نے تحریراً وتقریراً کہنا شروع کیا کہ معاذ اللہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہیں مگر جھوٹ بول سکتا ہے۔ اسی کے رد میں امام اہل سنت نے تقدیس باری تعالیٰ پر پہرہ دیتے ہوئے یہ کتاب تصنیف فرمائی۔

امام اہلسنت اعلیحضرت قبلہ قدس سرہٗ کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

''مقدمہ، اقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے

سب صفات، صفات کمال و بروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں، یوں ہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہے ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موہوم میں کوئی شئ و مفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلا صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو"۔

اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے: "خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ" وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ عز مجدہٗ مخلوقیت سے پاک، پھر تین آیات اور ذکر کرتے ہیں۔

(۲) انہ بکل شیئ بصیر ۝

(۳) وھو علیٰ کل شیء قدیر ۝

(۴) وھو بکل شیء علیم ۝

ان تمام آیات کریمہ پر کلام کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:

"اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی" کل شیءٍ، "مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا

دائرہ ابصار سے مہجور رہنا عیاذاً باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حدذات میں ہونے کے قابل ہے۔ اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات ومحالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہوسکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہوجائے، پھر یہ دونوں کیونکہ جمع ہوسکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرہ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق وذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض وتجویز عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ'' کے عموم سے رہ گئی''۔

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب ودیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ'' کا انکار: ہوا۔ یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون!

قدرت الٰہی صفت کمال ہوکر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفت نقص و عیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ

سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں، اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی یوہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذا باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہو جانا ہے، للہ انصاف! حضرات کے یہ تو حالات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق"۔

پھر نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتے ہوئے دلائل وبراہین کا انبار لگاتے ہوئے تیس عدد نصوص نقل فرماتے ہیں من شاء فلیراجعھم۔

باوجود اس کثرت کے فرماتے ہیں:

> ”یہاں نصوص ائمہ وتصرحات علماء میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کیئے عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت“۔

یعنی جس قدر ذکر کیئے اس سے کہیں زیادہ ان کے احاطہ ذہن میں موجود تھے۔

پھر تنزیہ دوم میں مزید تیس عقلی دلائل ذکر کرتے ہیں جس کو خود دلائل قاہرہ وحجج باہرہ فرماتے ہیں۔اس پر امتیازی شان یہ کہ پہلی پانچ دلیلیں کلمات ائمہ سابقین سے لاتے ہیں اور باقی پچیس دلیلیں خود اپنی ذکر کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں:

> ”خمسہ اولیٰ کلمات طیبات ائمہ کرام وعلماء عظام علیہم رحمت المنعام میں ارشاد وانعام ہوئیں اور باقی پچیس ہادئ اجل عزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القاء کی گئیں۔الحمدللہ رب العالمین“۔

یہی وہ دلائل قاہرہ وحجج باہرہ ہیں جو اکثر قارئین بلکہ کتنے ہی فارغین کے سمجھنے میں دشوار ترین تھیں بس انہیں تیس دلائل کی شرح وبسط کے واسطے یہ رسالہ ہدایت قبالہ معرض وجود میں آیا۔

فقیر کو اپنے اسلاف کرام واکابر عظام کے بحر علم وعرفان کے کچھ قطرات حاصل ہوئے لہٰذا اُنہیں اکابر کی طرز پر اس رسالہ مُبارکہ کا تاریخی نام ”اشعۃ الروح فی شرح سبحان السبوح“[۱۴۴۷ھ] تجویز کیا۔

آپ حضرات دعائے خیر دیں جامع معقول ومنقول شارح تحریرات امام احمد رضا حضرت علامہ مفتی عبدالرحمٰن صاحب قبلہ حشمتی زادالمولیٰ تعالیٰ علمہ الظاہری والمعنوی کو جنہوں نے فقیر کی ایما پر اس عمدہ قابل قدر لائق ستائش کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔نفع اللہ تعالیٰ بہ القارئین والطالبین۔جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ فقیر صحن جامعہ میں نماز عصر کا وضو کر رہا تھا۔اور جو سوشل میڈیا پر چند دیوبندی نو فارغ از عقل وایمان لونڈوں نے مسئلہ

امکان کذب باری تعالیٰ پر پھر سے غوغا مچا رکھا تھا یعنی ان کے دماغوں میں پھر سے دیو، بند ہو گیا تھا۔ وہ بات میرے ذہن میں گردش کر رہی تھی کہ اچانک حضرت مفتی صاحب نے سلام کیا میں نے جواب دیا اور فوراً عرض کیا کہ فقیر کی خواہش ہے کہ امام اہلسنت مجدد اعظم دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کی عظیم ومشہور زمانہ تصنیف لطیف ''سبحٰن السبوح'' کے وہ دلائل جو عقلی ہیں آپ اس کی شرح فرما دیں اور اتنی جلد کہ ان شاء اللہ تعالیٰ امسال عرس حضور معصوم ملت کے موقع پر منظر عام پر آجائے، مزید کچھ دیر حالات حاضرہ پر گفتگو ہوئی اور مفتی صاحب قبلہ نے مسکراتے ہوئے نیم رضامندی ظاہر فرمائی۔

دوسرے دن جب میں جماعت خامسہ کے طلبہ کو ''نور الانوار'' پڑھا رہا تھا کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ پھر تشریف لائے ساتھ میں کچھ تحریری مسودہ پر مشتمل ایک عدد کاپی تھی جس میں پہلی دلیل کی شرح فرما چکے تھے۔ فقیر نے حد درجہ خوشی سے استقبال کیا۔ اور مفتی صاحب کو تحسین وتبریک پیش کی۔ فقیر حیران ہے کہ جس جہد وسعی مسلسل کے ساتھ محض چند یوم میں حضرت مفتی صاحب قبلہ نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے وہ اس دور کے چند علماء چند ماہ میں بھی شاید نہ کر پائیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس رسالے کو ہر دو خواص وعوام میں مقبول فرمائے۔ اور حضرت مؤلف کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الامین الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

سگِ بارگاہ مرشد
فقیر محمد فاران رضا حشمتی غفرلہ القوی

آستانۂ عالیہ حشمتیہ درگاہ حضور معصوم ملت مشاہد نگر ماہم شریف یوپی انڈیا
۲۲؍جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۴؍دسمبر ۲۰۲۵ء روز یکشنبہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فقیر حقیر کو اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا مکمل احساس ہے مگر کچھ اہم احباب بالخصوص نبیر گان مظہر اعلیٰحضرت شہزادگان حضور معصوم ملت سیدی حضور مہران ملت وسیدی حضور فاران ملت کے کہنے پر پاسبان عشق رسالت، مجدد اعظم دین وملت اعلیٰحضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہٗ القوی کا عظیم رسالہ ''سبحان السبوح'' کے تنزیہہ دوم کی شرح کرنے کی جسارت کی ہے۔

''سبحان السبوح'' ویسے تو یہ مکمل رسالہ کمال کا ہے۔لیکن اس کے تنزیہہ دوم کے متعلق اعلیٰ حضرت سرکار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس میں کل تیس دلائل دیئے گئے ہیں جن میں سے پانچ ائمہ کرام وعلمائے اعلام کے ہیں باقی پچیس عبداذل کے قلب پر القاء کی گئیں اور سارے کے سارے دلائل عقلی ہیں اللہ تعالیٰ بحسن وخوبی اس کو انجام تک پہنچانے کی توفیق بخشے۔(آمین)

دلیل اول

دلیل اول میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ:

> ''کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدۂ جلیلہ ہے''۔

شرح قادری:

بے شک جھوٹ عیب ہے اور بے شک یہ کلیہ ایک اصل عظیم ہے یہ دیکھئے شرح عقائد جلالی میں ہے الکذب نقص والنقص علیہ محال جھوٹ عیب ہے اور عیب اس پر محال ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ صرف صفات کمالیہ کا جامع ہے حتیٰ کہ وہ صفات جو نہ عیب ہیں اور نہ کمال وہ بھی اس پر محال ہیں جیسا کہ "المعتقد المنتقد" میں ہے:

"الحمد لمن یستحیل علیہ کل صفۃ لا نقص فیھا ولا کمال"

یعنی تمام تعریف اس کے لئے جس پر ہر وہ صفت جس میں عیب نہیں ہے لیکن کمال نہ ہونے کی وجہ سے محال ہے تو وہ صفت جس میں عیب ہو کیسے جائز ہوگی، یہی وجہ ہے کہ صاحب معتقد لکھتے ہیں کہ:

فکیف تجویز سمات النقص کالجھل والکذب
والعجز علیہ۔

شرح سنوسیہ کی عبارت: اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام للہ تعالیٰ فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضًا لولم یتصف بھا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالیٰ محال۔

شرح قادری:

سمع، بصر وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کے لئے واجب ہونے کی دلیل قرآن اور حدیث اور اجماع ہے۔ اللہ کا صفت سماع سے متصف ہونا اور سمیع ہونا، صفت بصر سے متصف ہونا اور بصیر ہونا واجب، ان سب کے وجود کا ثبوت قرآن حدیث اور اجماع سے ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

ان اللہ ھو السمیع البصیر واللہ بصیر بالعباد ○

دلیل عقلی:

اب یہاں پر ایک بڑا سوال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا ان صفات سے متصف ہونا کیوں واجب ہے؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ دلیل عقلی رقم فرماتے ہیں کہ:

> ”وایضا لو لم یتصف بھا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالیٰ محال“۔ اگر اللہ ان صفات سے متصف نہ ہو تو لازم آئے گا کہ ان کی ضدوں سے متصف ہو اور وہ عیب ہے اور عیب اس پر محال“۔

شرح قادری:

ایک شخص جو صفت سمع سے متصف نہیں یعنی وہ سن نہیں سکتا تو اس کی ضد سے متصف ہوگا اور سمع کی ضد بہرا پن ہے، جو صفت بصر سے متصف نہیں یعنی وہ دیکھ نہیں سکتا تو اس کی ضد سے متصف ہوگا اور اندھا پن ہے ا“

اب اگر اللہ صفت سمع سے متصف نہ ہو تو اس کی ضد سے متصف ہوگا اور وہ بہرا پن ہے اور یہ عیب ہے، اگر صفت بصر سے متصف نہ ہو تو اس کی ضد سے متصف ہوگا اور وہ اندھا پن ہے اور یہ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ اسی طرح کذب بھی عیب ہے اور وہ بھی محال۔

دلیل دوم

دلیل دوم میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں گے کہ اٹھائے نہ اٹھیں۔

پھر اعلیحضرت قبلہ نے تفسیر کبیر کی ایک عبارت بطور دلیل نقل فرمائی ہے اور وہ عبارت یہ ہے۔

تفسیر کبیر کی عبارت:

"لا یجوز اثبات ان الکذب علیٰ اللہ محال بالدلائل السمعیة لان صحة الدلائل السمعیه موقوفة علیٰ ان الکذب علیٰ اللہ تعالیٰ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علیٰ اللہ تعالیٰ بالدلائل السمعیة لزم الدور وھو باطل"۔

شرح قادری:

اس عبارت میں دو چیزیں اہم ہیں (۱) دلیل کا صحیح ہونا (۲) کذب الٰہی کا محال ہونا۔ لیکن پہلے آپ دور سمجھیں تا کہ اصل بحث سمجھنے میں پریشانی نہ ہو۔

دور کی تعریف:

توقف الشی علیٰ مایتوقف علیه الشی۔

شئے کا موقوف ہونا اس پر کہ وہ شئے خود موقوف ہو اس شئے پر۔

مثلاً "ا" کا سمجھنا "ب" پر موقوف اور "ب" کا "ا" پر موقوف، یہی دور ہے۔ اب دونوں میں سے کوئی سمجھ میں نہیں آئے گا کیونکہ "ا" سمجھنے چلے تو "ا" نے کہا پہلے "ب" سمجھ لو کیونکہ میرا سمجھنا اس پر موقوف ہے اور پھر ہم "ب" کو سمجھنے چلے تو "ب" نے کہا کہ پہلے "ا" کو سمجھ لو کیونکہ میرا سمجھنا "ا" پر موقوف ہے۔

اب تفسیر کبیر کی عبارت سمجھئے میں نے ماقبل میں بتایا کہ اس عبارت میں دو چیزیں اہم ہیں (۱) دلیل کا صحیح ہونا (۲) کذب الٰہی کا محال ہونا۔

اب سوال یہ ہے کہ دلیل کا صحیح ہونا کیسے معلوم ہوگا یعنی صحت دلیل کی دلیل کیا ہے؟ تو جواب ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بولی ہے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے تو پھر سوال ہوگا کہ کیسے معلوم ہو کہ اللہ کا جھوٹ بولنا محال ہے؟ تو جواب ہوگا کہ

دلائل سمعیہ سے۔ پھر سوال ہوگا کہ دلائل سمعیہ کا صحیح ہونا کیسے پتہ چلے گا تو جواب ہوگا کذب الٰہی کے محال ہونے سے یہی ''دور'' ہے نہ یہ پتہ چلے گا اور نہ وہ۔ اسی لئے تفسیر کبیر نے کہا کہ کذب الٰہی کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں دور لازم آتا ہے اور دور باطل ہے۔

عبارت اعلیٰ حضرت:

اقول وباللہ التوفیق۔ تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جیسے وجود و عدم وجود دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادۂ الٰہیہ امر غیب ہے۔ جس تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں پھر وہ بطور خود کیوں کر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذب الٰہی زیر قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادے پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی یعنی عقل کے نزدیک جو کام ہوسکتا ہے تو اگرچہ کیسا ہی دشوار اور بعید از قیاس ہو لیکن عقل اس کے ازلاً وابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی یعنی عقل اس کے ہمیشہ ہمیش، جس کی ابتدا نہ ہو جس کی انتہا نہ ہو، واقع نہ ہونے پر جزم نہیں کرسکتی کیونکہ ممکن کہتے ہی اس کو ہیں جو ہوسکتی ہو اگرچہ نہ ہو، اب سوال یہ ہے کہ عقل کیوں ایسا جزم نہیں کرسکتی کہ ممکن نہ کبھی واقع ہوا اور نہ کبھی واقع ہوگا، اس لئے کہ ہر ممکن تحت قدرت ومشیت ہے اور ہر تحت قدرت ارادے سے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اب یہ ہوجائے اور ارادۂ الٰہیہ امر غیب ہے یعنی

اللہ کے ارادے کا پتہ نہیں ہے وہ غیر معلوم ہے تو عقل خود سے کیسے فیصلہ کرسکتی ہے کہ کذب الٰہی زیر قدرت اور ممکن تو ہے مگر مجھے اس کے ارادے پر خبر ہے یعنی مجھے اس کے ارادے کا پتہ ہے کہ وہ کبھی نہیں بولے گا۔

تفہیم بالتمثیل:

اس کو یوں سمجھئے کہ جو کام زید کے قدرت واختیار میں ہے بکر اس پر ہرگز جزم نہیں کرسکتا کہ وہ کام کبھی نہ کرے گا۔

مثلاً زید نے خبر دی کہ آج میں بازار نہیں جاؤں گا تو بکر ہرگز اس پر قسم نہیں کھا سکتا اور ہرگز جزم ویقین نہیں کرسکتا کہ زید نہیں ہی جائے گا کیونکہ بازار جانا زید کے قدرت واختیار میں ہے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو یا ایسے حالات بنیں کہ بازار جانا پڑے کیونکہ بازار جانا ممکن اور زید کی قدرت واختیار میں ہے۔

اسی طرح جب کذب الٰہی عقلاً ممکن اور تحت قدرت ہوگا تو عقل کیسے یہ جزم ویقین کر پائے گی کہ جھوٹ زیر قدرت تو ہے مگر کبھی نہیں بولے گا۔ یہ استحالہ کذب الٰہی کے ممکن ماننے کی صورت میں ہے جیسا کہ وہابیوں کا عقیدہ ہے۔

دلیل سوم

دلیل سوم میں اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ:

مواقف اور شرح مواقف میں ہے کہ:

اما امتناع الکذب علیه تعالیٰ عندنا فثلثة اوجه (الی ان قال) او ایضاً فیلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامه سبحانهٗ ان نکون نحن اکمل منه فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا۔

شرح قادری:

اس میں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے جھوٹ کا محال ہونا ہمارے نزدیک تین وجہوں تین دلیلوں سے ثابت ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل اور افضل ہو جائیں گے جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

مثال:

زید نے کہا کہ بکر ڈاکٹر ہے حالانکہ وہ ڈاکٹر نہیں انجینئر ہے یعنی واقع کے خلاف بولا اور واقع کے خلاف بات جھوٹ ہوتی ہے یعنی زید نے جھوٹ بولا پھر عمرو نے اسی کو واقع کے مطابق بیان کیا کہ بکر ڈاکٹر نہیں بلکہ انجینئر ہے تو خاص اس مسئلے میں بکر زید سے افضل ہو گیا تو وہ بات جس میں اللہ جھوٹ بولے معاذ اللہ اور ہم ایسے کلام میں سچے ہوں یعنی ہم اسی بات کو سچ بول دیں تو اس سے اکمل و افضل ہو جائیں گے اور بندے کا کسی بھی طرح کسی بھی جہت سے اللہ سے افضل ہونا باطل ہے

اعلیٰ حضرت کی عبارت:

اقول: تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر محکی عنہ، میں امکان عقلی کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اس وجہ کی رو سے فضل رکھتا ہے۔ اگرچہ اور کروڑوں وجہ سے مفضول ہو۔ اب اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے افضل ہو جائے اور باری تعالیٰ پر کسی جہت سے کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو ملنا محال، تو ثابت ہوا کہ امکان کذب باطل"۔

شرح قادری:

ہر محکی عنہ یعنی جس کے متعلق حکایت بیان کی گئی اگر وہ جھوٹ ہے تو عقلاً ممکن ہے کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے۔

تفہیم بالتمثیل:

مثلاً:

زید نے بیان کیا کہ بکر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور وہ یعنی بکر جائے حادثہ پر ہی انتقال کر گیا حالانکہ انتقال نہیں ہوا تھا بلکہ تھوڑی چوٹ آئی تھی یعنی زید نے جھوٹ حکایت کی اب امکان عقلی یہ ہے کہ عمرو اُسے صحیح حکایت کرے اور یوں کہے کہ بکر کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے مگر موت واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ ہلکی پھلکی چوٹ آئی ہے۔

اب اس میں شک نہیں کہ خاص اس بیان میں جس میں عمرو سچا ہے زید جھوٹے پر خاص اس وجہ سے افضل ہوگا۔

اصل بحث:

اب آیئے اصل بحث کو اسی طرح سمجھئے اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت اللہ تعالیٰ جھوٹ بولے انسان اسی بات کو واقع کے مطابق ادا کرے یعنی سچ بیان کرے تو لازم کہ انسان اس وجہ سے اللہ سے افضل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ پر کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل ملنا محال، لہٰذا امکان کذب باطل۔

دلیل ماقبل کی مختصر تقریر:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ دلیل ماقبل کی مختصر تقریر یوں بھی ہو سکتی ہے کہ:

"اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت کہ خلق سچی اور

خالق جھوٹا العیاذ باللہ رب العلمین لیکن صدق خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں"۔

دلیل چہارم

جب اللہ تعالیٰ کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔

شرح قادری:

ازلی: ما لا یکون مسبوقا بالعدم۔

خصوصیات ازلی:

اور ازلی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ لازم الابدیہ ہوتا ہے۔ یعنی وہ کبھی زائل اور ختم نہیں ہوتا ہے یہی کہا ہے امام رازی قدس سرہٗ نے کہ جب اللہ کا صدق ازلی ہے تو کذب محال، کیونکہ صدق جب ازلی ہوا تو کبھی نہ تو زائل ہوگا اور نہ ختم ہوگا۔ اور جب کبھی زائل ہی نہیں ہوگا تو کذب کا ورود کب ہوگا۔ لہٰذا کذب محال ہوا۔

اعلیٰ حضرت کی عبارت:

اقول و باللہ التوفیق: تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس کے کہ قرآن و حدیث واجماع سے ثابت۔ مخالفان عنید یعنی طائفہ مجدید کو بھی مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالیٰ کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی ان کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام

مبدأ کو مستلزم تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذات الٰہی سے قیام حوادث محال تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہابی اللہ کے صادق بالضرورۃ ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ کیسے دیکھئے! لیکن اولاً آپ الضرورۃ اور صادق بالضرورۃ کو سمجھ لیں۔

الضرورۃ:

امتناع انفکاك النسبۃ عن الموضوع وہ ایسی نسبت ہے جس میں محمول کی نسبت کا موضوع سے جدا ہونا محال ہو۔

اللہ صادق بالضرورۃ۔ اب اللہ صادق بالضرورۃ کا معنی ہوا اللہ سے صدق کا جدا ہونا محال ہے، یعنی وہ صادق تھا اور صادق ہے اور رہے گا کبھی بھی ایک پل کے لئے ہی سہی صفت صدق اس سے الگ نہیں ہوسکتی۔

وہابی انکار کیسے کرتے ہیں:

چونکہ وہابی کذب الٰہی کو ممکن مانتے ہیں اور جب کذب کو ممکن مانا یعنی یہ مانا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے تو امکان کہتے ہی اس کو ہیں کہ جانب مخالف سے ضرورۃ کا سلب کردے اور کذب کا جانب مخالف صدق ہے اور جب امکان کذب نے جانب مخالف صدق سے ضرورت کو ختم کر دیا تو اللہ کا صادق ہونا ضروری نہیں رہ گیا، یعنی امکان کذب ماننا ہی صادق بالضرورۃ کا انکار کرنا ہے۔

وہابیہ کی جہالت:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ:

جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی ان کے مذہب نا مہذب کا استیصال کر گیا، وہ کیسے دیکھئے!

تفہیم:

یعنی جب وہ صادق ہے اور قانون یہ ہے کہ صدق مشتق قیام مبدا کو مستلزم ہوتا ہے۔ یعنی ''صادق'' اسم فاعل اسمائے مشتقہ سے ہے اور اسم مشتق کا صدق و اطلاق کسی پر اس وقت ہوتا ہے جب مشتق کا مبدأ اس کے اندر موجود ہو۔

آسان تفہیم:

کسی کو عالم تب ہی کہا جائے گا جب مبدا یعنی علم اس کے اندر موجود ہو کسی کو ظالم تب ہی کہا جائے گا جب مبدأ یعنی ظلم اس کے اندر موجود ہو اور وہابیہ اللہ کو صادق مانتے ہیں تو لازم ہے کہ صدق اس کی ذات سے قائم ہو اور حوادث کا قیام اللہ کے ساتھ محال تو ثابت ہو گیا صدق ازلی۔ اور جب صدق ازلی جو ممتنع الزوال ہوتا ہے تو کذب کا وقت کب رہا جب صدق زائل ہی نہیں ہو گا۔

دلیل پنجم

تفسیر کبیر و مواقف اور شرح مقاصد میں اس آیت کے تحت ہے کہ:

ومن اصدق من اللہ حدیثا:

انہٗ لو کان کاذبا لکان کذبہٗ قدیما ولو کان کذبہٗ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم ولوا متنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہٗ صادقا لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاٰخر۔

شرح قادری:

اولاً آپ قدیم اور حادث سمجھ لیں پھر آگے کلام کرتے ہیں۔

القدیم:

لیس وجودہٗ مسبوقا بالعدم ۔قدیم وہ ہے جس کا وجود عدم سے مسبوق نہ ہو۔یعنی جس پر کبھی عدم طاری نہ ہوا ہو جو ہمیشہ سے ہو جیسے اللہ تعالیٰ۔

الحادث:

ما یکون مسبوقا بالعدم ۔

حادث وہ ہے جو مسبوق بالعدم ہو یعنی جو پہلے نہ ہو بعد میں موجود ہوا ہو۔

اب سمجھئے کہ امام رازی کہنا کیا چاہ رہے ہیں۔ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کاذب ہو یعنی جھوٹا ہو تو ضرور اس کا کذب اور جھوٹ قدیم ہوگا یعنی ہمیشہ سے ہوگا کیونکہ جب کاذب مانیں گے تو کذب اس کی صفت ہوگی اور اس کی ذات اور صفات قدیم ازلی ہیں لہٰذا اس کا کذب بھی قدیم ہوگا۔اور جب اس کا کذب قدیم ہوگا تو وہ کبھی زائل اور ختم نہیں ہوگا کیونکہ قدیم ممتنع الزوال ہوتا ہے،قدیم پر عدم کے ممتنع ہونے کی وجہ سے یعنی قدیم پر عدم کبھی نہیں آتا ہے۔تو جب اللہ کا کذب ممتنع الزوال ہوا یعنی کبھی زائل اور ختم نہیں ہوگا تو اللہ کا صدق ممتنع ہو جائے گا۔اس لئے کہ صدق اور کذب دونوں ضد ہیں تو ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو روک دے گا۔

عبارت اعلیٰ حضرت:

> اقول:تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب و

متصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے۔ اور اگر کہئے ہاں تو ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی؟ شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم۔ اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالۂ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممکن ہوگا۔ اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم۔

شرح قادری:

تکلم بکلام کذب: جھوٹ بات کا بولنا۔

کاذب و متصف بالکذب: وہ جو جھوٹ بولے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرمارہے ہیں کہ جھوٹ بولنا تم نے تو اللہ کے لئے ممکن یعنی یہ مانا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اللہ کو کاذب اور متصف بالکذب ما ہو یا نہیں؟ اگر کہتے ہو نہیں تو **قول بالمتناقضین** یعنی دو ٹکرانے والا قول کرنا ہے۔

مثال:

(۱) جیسے زید انسان ہے (۲) زید انسان نہیں ہے۔

یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

(۱) زید مؤمن ہے۔

(۲) زید مؤمن نہیں ہے۔

یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

اوران دونوں کا قول کرنا قول بالمتنا قضین ہے۔یعنی ایسے دو قول کرنا کہ ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو اور دوسرے کا صدق پہلے کے کذب کو چاہے۔اگر ''زید مؤمن ہے'' کا قضیہ صحیح ہے تو ''زید مؤمن نہیں ہے'' کا قضیہ جھوٹ ہے۔اوراگر ''زید مؤمن نہیں ہے'' کا قضیہ صحیح ہے تو ''زید مؤمن ہے'' کا قضیہ جھوٹ ہے۔

اب امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ کو سمجھئے۔فرماتے ہیں کہ:

اللہ کے ''تکلم بکلام کذب'' کو ممکن مان کر،یعنی تم نے جب اس کو مان لیا کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے تو اس کو مان کر اللہ کے کاذب اور متصف بالکذب کو محال ماننا۔یعنی اس بات کو ماننا کہ اللہ جھوٹا ہو ہی نہیں سکتا یہ نرا جنون ہے۔کیونکہ جو جھوٹ بول سکتا ہے وہ جھوٹا کیوں نہیں ہوسکتا،اس کا جھوٹا ہونا محال کیسے ہوگیا؟ جب کہ'' کاذب ومتصف بالکذب۔یعنی '' جھوٹا'' وہی تو ہے جو''تکلم بکلام کذب'' کرے یعنی جھوٹ بولے۔تو اللہ کے جھوٹ بولنے کو ممکن مان کر اللہ کے جھوٹا ہونے کو ممکن نہ ماننا اور محال ماننا یقیناً بداہت عقل سے خروج اور قول بالمتنا قضین ہے۔یہ ایسے ہے جیسے اللہ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے لیکن اللہ کا جھوٹا ہونا ممکن نہیں۔

شق ثانی:

اگر کہئے ہاں یعنی اللہ کا ''کاذب ومتصف بالفعل'' ہونا ممکن ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یعنی صرف غیر ازل میں ممکن یا ازل میں بھی؟ شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم۔

شرح قادری:

شق اول یعنی لم یزل اور غیر ازل والی شق باطل ہے۔اس لئے کہ ازل کا مطلب ہے جو ہمیشہ سے ہو۔تو غیر ازل کا معنی ہوگا جو ہمیشہ سے نہ ہو بعد میں ہوا ہو۔اور جو پہلے نہ ہو بعد میں ہوا ہو وہ ممکن ہوتا ہے۔اور ممکن کے لئے حادث ہونا لازم۔تو شق اول کی صورت میں اللہ کی یہ صفت حادث ہوجائے گی جو باطل ہے۔

شق ثانی: اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ''ممتنع الزوال'' ہونا ممکن ہوا یعنی اللہ کے کذب کا جب ازلی ہونا ممکن ہوا تو اس کے زائل ہونے کا محال ہونا ممکن ہوا کیونکہ ہر ازلی کا ابدی ہونا لازم ہے۔یہی اعلیٰ حضرت سرکار نے فرمایا ہے کہ ہر ازلی لازم الابدیۃ ہے۔اور کذب کے زوال کے محال ہونے کا مطلب ہے صدق کا محال یعنی اللہ سچ بول ہی نہیں سکتا، کیونکہ کذب ازلی اور ابدی ہو گیا یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کبھی زائل اور ختم نہیں ہوگا۔تو صدق کا ورود و ثبوت کب ہوگا اس لئے صدق محال ہوجائے گا ورنہ صدق و کذب کا اجتماع لازم آئے گا جو اجتماع ضدین ہے اور وہ باطل ہے۔اور جب کذب کا زوال محال تو صدق کا ثبوت ممتنع۔

نتیے

پھر اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ:

> ''امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم''

(لازم) استحالہ صدق ہے (ملزوم) کذب کا امتناع زوال ہے۔

اب آسانی کے لئے ہم عبارت یوں کردیتے ہیں کہ ''امکان وجود امتناع زوال کذب، امکان وجود استحالہ صدق کو مستلزم''۔

لہٰذا صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہوا۔اور اسی شئے کا محال ہونا ممکن ہوتا ہے جو حقیقت میں محال ہو، کیونکہ ممکن کا محال ہونا بالکل ممکن نہیں ورنہ انقلاب حقیقت لازم آئے گا اور یہ

باطل ہے۔

دلیل ششم

عبارت اعلیٰ حضرت:

”کلام الٰہی ازل میں بایجاب کلی حق تھا یا معاذ اللہ اس کا بعض باطل، یا نہ حق نہ باطل۔ شق ثانی تو کفر صریح۔ اور ثالث میں مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال۔ اولا بالبداھۃ فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین“

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کی عبارت آگے اور بھی ہے مگر پہلے آپ اتنے کی شرح ملاحظہ فرمالیں پھر آگے کی عبارت پیش کرتے ہیں اور شرح کرتے ہیں۔ اصل عبارت کی شرح سے پہلے آیئے کچھ اصطلاحات سمجھ لیتے ہیں۔

موضوع:

قضیہ کے جز اول کو موضوع اور جز ثانی کو محمول کہتے۔ ہیں مثال: زیدٌ قائمٌ میں زیدٌ موضوع اور قائمٌ محمول ہے۔

قضیہ منفصلہ حقیقیہ:

ایسی دو خبریں جو اپنے مبدا کے نہ ایک ساتھ صادق آسکیں اور نہ ایک ساتھ برطرف ہو سکیں اس کو منفصلہ حقیقیہ کہا جاتا ہے۔

مثال: ”ھٰذا الفعل اما معروف او مجھول“ یہ فعل یا تو معروف ہے یا مجہول، کسی بھی فعل پر معروف اور مجہول نہ تو دونوں ایک ساتھ صادق آسکتے ہیں اور نہ برطرف ہو

سکتے ہیں یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی خاص فعل ایک ساتھ معروف بھی ہو اور مجہول بھی۔ اور ایسے ہی یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ نہ معروف ہو نہ مجہول۔

اب امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کو سمجھئے۔ آپ نے تین شقیں قائم کی ہیں۔

(۱) کلام خدا ازل میں بایجاب کلی حق تھا۔

(۲) یا اس کا بعض باطل۔

(۳) یا نا حق نہ باطل۔

اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ شق ثانی کفر صریح ہے۔ فقیر کا کہنا یہ ہے کہ یقیناً کفر صریح ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی کا کچھ بھی باطل نہیں ہوسکتا۔

شق ثالث:

اور شق ثالث میں مطابقت ولا مطابقت کا ارتفاع، اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ کلام کوئی بھی ہو یا تو حق ہوگا یا باطل ہوگا۔ اگر حق ہوگا تو مطابقت۔ اور اگر باطل ہوگا تو لا مطابقت۔ اب اگر کوئی کلام نہ حق ہو اور نہ باطل ہو تو مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع ہو جائے گا۔ یعنی دونوں ختم ہو جائیں گے اور یہ قطعاً محال ہے۔ اور محال اس لئے ہے کہ قضیہ منفصلہ کے دونوں محمولوں کا ارتفاع موضوع سے نقیض کے ارتفاع کی طرح ہے۔ یعنی جیسے نقیض ایک ساتھ مرتفع نہیں ہوتے۔ مثلاً وجود و عدم کہ ایک شئے نہ موجود ہو اور نہ معدوم ہو ایسا نہیں ہوسکتا ٹھیک اسی طرح قضیہ منفصلہ کے دونوں محمولوں کا ارتفاع موضوع سے نہیں ہوسکتا اور قضیہ منفصلہ حقیقیہ کے بارے میں ماقبل میں ہم بتا چکے ہیں کہ ایسی دو خبریں جو اپنے مبدأ کے ساتھ نہ صادق آسکیں اور نہ برطرف ہوسکیں۔ جیسے کسی خاص فعل کے متعلق یہ کہئے کہ یہ فعل یا تو معروف ہے یا مجہول **ھذا الفعل اما معروف او مجھول** تو کسی بھی خاص فعل سے معروف اور مجہول دونوں ایک ساتھ برطرف نہیں ہوسکتے۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی

خاص فعل نہ معروف ہو اور نہ مجہول، دونوں محمولوں کا ارتفاع نہیں ہوسکتا ٹھیک اسی طرح کہیے

کہ کلام اللہ اما حق او باطل فی الازل۔

کلام اللہ موضوع، حق ایک محمول، باطل دوسرا محمول۔ اور دونوں محمول کا ارتفاع موضوع سے نہیں ہوسکتا یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ کلام الٰہی ازل میں نہ حق ہو اور نہ باطل۔

عبارت اعلیٰ حضرت:

تو لاجرم شق اول متعین۔ اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع، صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی؟ اول محض بے معنی کہ صدق و کذب حقیقۃً وصف معنی ہے نہ صفت عبارت۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ نے تین شقیں قائم کرنے کے بعد آخر کی دو شقیں باطل کر دیں۔ اور اول شق کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ''لاجرم یعنی بلاشبہ شق اول متعین''، یعنی کلام خدا ازل میں بایجاب کلی حق تھا یہی حق و صحیح ہے۔

اعلیٰحضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ تیسری شق متعین ہونے کے بعد اب ہم پوچھتے ہیں کہ کلام الٰہی ازل میں جب ایجاب کلی کے طور پر حق تھا تو جب تم کذب کو ممکن مانو گے تو ممکن وہی ہے جس کا وجود و عدم دونوں برابر ہو۔ یعنی واقع بھی ہوسکتا ہو اور نہ بھی ہوسکتا ہو، لیکن ہم علیٰ فرض الوقوع یعنی وقوع فرض کر کے پوچھتے ہیں کہ مان لو کذب الٰہی کا وقوع ہو گیا معاذ اللہ تو یہ صرف کلام لفظی کو عارض ہوگا یا کلام نفسی کو بھی؟

(۱) شق اول محض بے معنی و بے مطلب ہے کیونکہ جھوٹ اور سچ حقیقت میں معنی کی صفت ہے نا کہ لفظ و عبارت کی۔ یعنی جھوٹ اور سچ معنی ہوتا ہے الفاظ و عبارات جھوٹے سچے نہیں ہوتے۔ شرح مقاصد میں ہے:

ومرجع الصدق والکذب الی المعنیٰ۔

عبارت اعلیٰ حضرت:

برتقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علیٰ تقدیر التجزی اس کا بعض ہوگا جوازل میں ایجاباً کلیاً صادق تھا یا اس کا غیر؟ شق ثانی پر قیام حوادث لازم۔ اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ کلام بشر میں بھی محال سچی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی نہ جھوٹی کبھی سچی ۔ ورنہ مطابقت اور لامطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم نقیضین نہ رہیں، بالجملہ کلام صادق کے لئے ثبوت صدق ضروری تو سلب ضرورت ضرورتاً مسلوب **وھو المطلوب۔**

شرح قادری:

اور دوسری تقدیر پر یعنی کذب کے کلام نفسی کو عارض ہونے کی تقدیر پر سوال یہ ہے کہ یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم ہوگا یا تجزی اور بٹنے کی تقدیر پر اس کا بعض ہوگا جوازل میں ایجاب کلی کے طور پر صادق تھا، یا اس کا غیر۔ شق ثانی پر قیام حوادث لازم، یعنی شق ثانی کی صورت میں کلام قدیم حادث ہوجائے گا کیونکہ متجزی ہونا اور بٹنا یہ حادث کی شان ہے۔ اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ قدیم کا حادث ہونا لازم آتا ہے۔

شق اول: اور شق اول کی صورت میں صدق کا کذب سے اور جھوٹ کا سچ سے بدلنا لازم آئے گا۔ کیونکہ جب ازل میں صرف کلیۃً نہیں بلکہ ایجاباً کلیاً صادق تھا کہ کچھ بھی اور ایک فرد بھی باہر نہیں تو پھر کذب آیا کہاں سے؟ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ انقلاب صدق بکذب ہوگیا یعنی سچ جھوٹ سے بدل گیا اور یہ ذات باری تعالیٰ تو ذات باری تعالیٰ، کلام بشر میں بھی محال ہے کیونکہ سچ کبھی جھوٹ اور جھوٹ کبھی سچ نہیں ہوسکتا ورنہ مطابقت ولامطابقت کا تصادم لازم

آئے گا اور نقیضین آپس میں نقیضین نہیں رہیں گے۔ لہٰذا کذب الٰہی کا ممکن ماننا باطل۔

حاصل کلام: یہ کہ کلام صادق کے لئے ثبوت صدق ضروری یعنی سچی بات کے لئے سچائی کا ثبوت ضروری ہے۔ تو ضرورت کا سلب بداہۃً باطل اور یہی مطلوب و مقصود ہے لہٰذا امکان کذب کا راستہ ختم۔

دلیل ہفتم

”اقول و باللہ التوفیق: امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجودِ دال بلا مدلول یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے۔ اور دونوں بالبداہۃ محال اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا **عجز عن التعبیر** لازم آئے۔ تو لا جرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام و وجوب متلازم“۔

شرح قادری:

فعلیت، دوام، ضرورت، یہ سب کیفیات ہیں۔ قضیہ حملیہ میں جو نسبت ہوتی ہے نفس الامر میں وہ نسبت ان کیفیات میں سے کسی نہ کسی کیفیت سے متکیف ہوتی ہے جیسے:

(۱) انسان حیوان ہے اس میں حیوانیت کی نسبت انسان کی طرف کیفیت ضرورت سے متکیف ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جب تک انسان موجود ہے اس سے حیوانیت کا جدا ہونا ممتنع ہے یعنی جدا نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) ”زمین ساکن ہے“ یہ نسبت نفس الامر میں کیفیت دوام سے متصف ہے جس کا

مطلب یہ ہے کہ زمین سے سکون کی نسبت کبھی جدا نہ ہوگی۔

(۳) ''حیوان متنفس ہے''، نفس الامر میں حیوان کی طرف ''تنفس'' کی نسبت کیفیت فعلیت سے متصف ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ماضی حال یا مستقبل ان تینوں میں سے کسی زمانے میں تنفس کی نسبت حیوان سے الگ نہیں۔

اب امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ کو سمجھئے! آپ فرماتے ہیں کہ امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم یعنی اللہ کے کذب کا ممکن ہونا ان کیفیات میں سے کسی کیفیت سے ضرور متکیف ہوگا۔

(۱) اب اگر کذب کا ممکن ہونا کیفیت ضرورت سے متکیف ہے تو معنی یہ ہوگا کہ کذب کا خدا سے جدا ہونا ممتنع ہے جیسے انسان سے حیوانیت کا جدا ہونا۔

(۲) اگر دوام سے متصف ہے تو معنی ہوگا کہ جھوٹ خدا سے کبھی جدا نہ ہوگا۔ جیسے زمین سے سکون کی نسبت۔

(۳) اگر امکان کذب فعلیت سے متصف ہو تو معنی ہوگا کہ کذب اللہ سے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں الگ نہ ہو جیسے حیوان سے تنفس کی نسبت۔ اور ان تمام صورتوں میں اللہ کے لئے صدق محال ہو جائے گا۔ کیونکہ کذب اللہ سے جدا ہی نہیں ہوگا۔ لہٰذا امکان کذب باطل۔

امکان کذب ان کیفیات کو مستلزم کیوں؟

اس لئے کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد یعنی کہ کلام نفسی جو کہ ازلی ہے ابدی ہے ذات کے لئے واجب ہے جس کے لئے تجدد یعنی نیا ہونا محال ہے اگر کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب بھی ممکن نہیں، وجہ یہ ہے کہ کلام لفظی دال ہے اور کلام نفسی مدلول، اب اگر کلام نفسی صادق ہو اور کلام لفظی کاذب تو کذب دال مع صدق المدلول

لازم آئے گا جو محال و باطل ہے۔

اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو کلام نفسی میں بھی ممکن نہیں ہوگا کیونکہ کلام نفسی کی تعبیر کلام لفظی سے کی ہے اگر کلام لفظی میں ممکن ہو اور نفسی میں نہ ہو تو معنی ہوگا کہ صدق کی تعبیر کذب سے کی اور یہ عجز عن التعبیر ہے جو محال ہے۔

تو یقیناً بلاشبہ امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے۔ کیونکہ کلام نفسی میں فعل، دوام، ضرورۃ متلازم ہیں۔

عبارت اعلیٰ حضرت:

"اقول و باللہ التوفیق تمہارے دعویٰ کا حاصل یہ ہے کہ بعض ماھو کلام اللہ تعالیٰ فھو ممکن الکذب بالضرورۃ۔ اور شک نہیں کہ، کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ کہ کلام واحد میں امکان کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناع صدق ضرورۃ کذب ہے۔

نتیجہ: بعض ما ھو کلام اللہ تعالیٰ کاذب بالضرورۃ۔

اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل لو کما ھو المشھور خواہ بالامکان کما ھو عند الفارابی۔ ہر طرح باری عزوجل کا معاذ اللہ کاذب بالفعل ہونا لازم۔ بر تقدیر اول تو لزوم بدیہی اور بر تقدیر ثانی، اس قضیہ یعنی بعض ما ھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ کو کبری کیجئے اور قضیہ

کل ما ھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل کو صغریٰ، ثبوت صغریٰ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں۔

شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی کہ:

بعض ما ھو کلام اللہ بالفعل کاذب بالضرورۃ۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہابیو! تمہارے دعوے کا حاصل یہ ہے کہ بعض اللہ کا کلام ضرور ممکن الکذب ہے یعنی اللہ کی بعض باتیں ضرور جھوٹی ہو سکتی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہر وہ جو ممکن ہو یعنی جس میں جھوٹ ممکن ہو وہ ضرور کاذب ہے۔ اس لئے کہ کلام واحد میں جھوٹ کا ممکن ہونا بغیر فعلیت کذب کے متصور نہیں اور فعلیت کذب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں بھی اس کا کلام کذب سے الگ نہیں اسی کا نام تو **کاذب بالضرورۃ** ہے اور یہی تو اعلیٰ حضرت کہہ رہے ہیں کہ: **کل ما ھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ۔**

اور ''کاذب بالضرورۃ'' کس چڑیا کا نام ہے؟

اور آگے دیکھئے سرکار اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں کہ فعلیت کذب امتناع صدق ہے، کیونکہ جب فعلیت کذب ہوگی یعنی کذب کسی زمانے میں الگ نہیں ہوگی تو صدق محال ہو ہی جائے گا اور امتناع صدق ضرورۃ کذب ہے۔ یعنی صدق کا محال ہونا کذب کا ضروری ہونا ہے۔ اب نتیجہ وہی نکلے گا جو اعلیٰ حضرت سرکار نے فرمایا کہ: **بعض ما ھو کلام اللہ کاذب بالضرورۃ۔** یعنی بعض اللہ کا کلام ضرور جھوٹ ہے۔ اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل لو جیسا کہ وہ مشہور ہے۔

وصف عنوانی:

ذات موضوع کو جس مفہوم سے تعبیر کرتے ہیں اس کو وصف عنوانی کہتے ہیں جیسے **کل انسان حیوان** میں انسان اعلیٰ حضرت سرکار کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وصف عنوانی کا صدق بالفعل لے کر یوں کہو کہ **بعض ماھو کلام اللہ بالفعل** اور چاہے بالامکان لو۔ اور یوں کہو کہ: **بعض ما ھو کلام اللہ بالامکان العام** ہر صورت میں اللہ کا کاذب بالفعل ہونا لازم۔ پہلی تقدیر پر لزوم بدیہی کیونکہ فعلیت میں محمول کی نسبت موضوع سے الگ کسی زمانے میں نہیں ہوتی تو لزوم ظاہر و واضح ہے۔

بر تقدیر ثانی اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ:

> اور دوسری تقدیر پر بھی اللہ کا **کاذب بالفعل** ہونا لازم، وہ کیسے دیکھئے صغریٰ کبریٰ ترتیب دے کر شکل ثالث کی ضرب خامس سے نتیجہ نکال دیجئے۔
>
> صغریٰ: **کل ما ھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل۔**
>
> ثبوت صغریٰ: یہ کہ باری تعالی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں یعنی کوئی ایسی حالت نہیں جو ابھی واقع نہیں بلکہ ہر حالت موجود اور واقع ہے۔
>
> کبریٰ: **وبعض ما ھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ** یہ شکل ثالث کی ضرب خامس ہے۔ صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ موجبہ جزئیہ۔
>
> نتیجہ: **فبعض ما ھو کلام اللہ بالفعل کاذب**

بالضرورۃ۔العیاذ باللہ۔

دلیل ھشتم

’’اقول وباللہ التوفیق: صدق الٰہی صفت قائمہ بذات کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سواسب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تولازم کہ غیر متناہی دورازل میں اللہ تعالیٰ سچانہ ہو۔ تعالی اللہ عن ذالك علواً کبیراً۔اورجب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اورصفات مقتضائے ذات اورمقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیر مقتضی تغیر مقتضی کو مقتضی اور تغیر ذات عموماً محال خصوصاً جناب عزت میں جہاں تغیر صفت بھی مستحیل تولاجرم کذب منافی ذات ہو۔اورمنافی ذات کاوقوع نافی ذات،اس سے بڑھ کراورکیا استحالہ متصور‘‘۔

شرح قادری:

صدق الٰہی اللہ کی صفت اورصفت کی شان یہ ہے کہ وہ موصوف کی ذات کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ بطور تفہیم یہ مثال دیکھئے! زیدنِ الجمیل خوبصورت زید۔

تو’’جمال‘‘ زید کی صفت ہے زید کی ذات کے ساتھ قائم ہے،ایسے ہی صدق اللہ کی صفت ہےاوراللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔اگر ایسا نہ ہوتو وہ مخلوق ہوگا کیونکہ اللہ کی ذات وصفات کے علاوہ سب مخلوق ہیں۔ ہر مخلوق کے لئے وجود سے پہلے عدم ہے۔یعنی ہر مخلوق موجود سے پہلے معدوم تھی تولازم آئے گا کہ اس وقت صدق معدوم تھا۔تواللہ تعالیٰ اس وقت سچانہیں رہ جائے گا عیاذاًباللہ تعالیٰ اوراللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

اورجب صدق صفت ذات کریم کے ساتھ قائم ہےاورصفات مقتضائے ذات،یعنی

ذات کا چاہا ہوا، ذات کا اقتضا ء کیا ہوا ہے۔

آسان تفہیم:

اس کو آپ ایسے سمجھیں کہ جیسے مقتضائے محبت اتباع وتصدیق ہے۔یعنی محبت محبوب کی پیروی اور محبوب کی ہر بات کی تصدیق کا تقاضا کرتی اور چاہتی ہے نا کہ نزاع اور تکذیب کا۔تو جیسے محبت جس کا تقاضا کرے وہ محبت کا مقتضیٰ ہے مثلاً اتباع اور تصدیق ایسے ہی ذات الٰہی جس کا تقاضا کرے وہ ذات الٰہی کا مقتضیٰ ہے۔اور ذات الٰہی صفات کا تقاضا کرتی ہے تو صفات ذات کی مقتضیٰ ہوئیں۔اب اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ گورا کبھی کالا نہیں ہوسکتا اور کالا کبھی گورا نہیں ہوسکتا ورنہ ذات ہی بدل جائے گی۔کیونکہ تغیر مقتضیٰ یعنی صفات کا بدلنا تغیر مقتضی کو مقتضی ،یعنی ذات کے بدلنے کو چاہتا ہے۔اور تغیرات ذات عموماً محال یعنی کوئی بھی ذات ہو یعنی زید بکر نہیں ہو جائے گا اور نہ بکر زید ہو جائے گا۔

خصوصاً جناب عزوجل میں جہاں صفت کا تغیر بھی محال ہے۔تو بلاشبہ کذب منافی ذات ہوا یعنی مخالف ذات ہوا اور منافی ذات نافی ذات ،یعنی ذات کی ہی نفی کر دی۔اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا؟

دلیل نہم

"اقول وباللہ التوفیق: ہم زیر دلیل چہارم وہشتم بہ دلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائم بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا۔فانہما ضدان والتضاد انما یکون بحسب الورود علی محل واحد۔
اب مخالف متعسف وفور استحالات دیکھے۔

شرح قادری:

صدق صفت اور قائم بالذات ہے تو کذب اگر ممکن ہو تو وہ صفت الٰہی ہی ہو کر ممکن ہوگا اس لئے کہ وہ دونوں ضد ہیں اور تضاد یا تو محل واحد پر ورود کے اعتبار سے ہوگا کہ ایک ہی جگہ پر صدق اور کذب وارد ہوں تو مخالف اب استحالات کی بہتات دیکھے۔

استحالہ (۱) دلیل (۹):

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ:

> اولاً لازم کہ کذب الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفات باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثر بالغیر یا تخلف مقتضی یا تاخر اقتضا یا حدوث مقتضی لازم آئے۔ تعالیٰ عنہٗ علواً کبیراً۔

شرح قادری:

کذب الٰہی کا موجود بالفعل ہونا لازم یعنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے میں کذب ذات الٰہی سے جدا نہیں کیونکہ وہ صفت ہو کر ممکن ہوئی اور صفات باری کی شان یہ ہے کہ اس کی کوئی بھی صفت منتظرہ غیر واقعہ نہیں یعنی کسی بھی صفت کے متعلق یہ ماننا کہ یہ واقع نہیں ہے آئندہ واقع ہوگی یہ باطل ہے۔ ورنہ تاثر بالغیر لازم آئے گا۔

تاثر بالغیر:

چونکہ صفات الٰہیہ جو بھی ہیں سب مقتضائے ذات ہیں اور مقتضائے ذات، ذات سے جدا نہیں ہوتیں، بلکہ ذات الٰہی کے ساتھ قائم اور موجود بالفعل ہوتی ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو یعنی ذات کے ساتھ قائم اور موجود بالفعل نہ ہو تو غیر ہوگی یعنی غیر ذات ہوگی۔

پھر جب اللہ جھوٹ بولے گا معاذ اللہ تو تاثر بالغیر لازم آئے گا یہ کذب کو صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننے کی صورت میں ہے۔

تخلف مقتضیٰ:

یا تخلف مقتضی لازم آئے گا اور وہ ایسے کہ اللہ کی صفات مقتضائے ذات ہیں اور کذب کو صفت بھی مانیں گے لیکن منتظرہ غیر واقعہ مانیں گے تو معنی یہ ہوگا کہ کذب صفت ہے اور صفت ہونے کی وجہ سے مقتضائے ذات ہے لیکن ابھی واقع و موجود نہیں ہے تو سوال ہوگا کہ کیوں واقع نہیں ہے جبکہ اللہ کی ذات مقتضی موجود ہے تو مقتضی کذب کیوں موجود نہیں، اسی کا نام تخلف مقتضی ہے کہ مقتضی موجود ہے اور مقتضی موجود نہیں ہے جب کہ مقتضی کا موجود بالفعل ہونا لازم ہے۔

تأخر اقتضاء:

یا تأخر اقتضا لازم آئے گا کیونکہ مقتضی تو ذات الٰہی موجود ہے اور جب مقتضی ذات الٰہی موجود ہے تو پھر مقتضی اپنا اقتضا کرے گا تو مقتضا موجود کیوں نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ مقتضی ذات الٰہی تو موجود ہے مگر اس کا اقتضا متأخر ہے یعنی ابھی اقتضا نہیں کر رہا ہے، چاہ نہیں رہا ہے، اس لئے مقتضا موجود نہیں ہے۔ جب اقتضا کرے گا تو مقتضی موجود ہو جائے گا۔ یہی تأخر اقتضا ہے جو باطل ہے۔

حدوث مقتضی:

یا حدوث مقتضی لازم آئے گا کیونکہ منتظرہ غیر واقعہ کا مطلب ہے کہ ابھی واقع نہیں ہے، واقع ہوگی اس کا انتظار ہے اور جس کی یہ شان ہو وہ حادث ہوتی ہے لہٰذا حدوث مقتضی لازم آئے گا۔

دلیل نمبر ۱۰، استحالہ نمبر ۲:

> واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں۔

شرح قادری:

اللہ عزوجل کی ساری صفتیں واجب للذات ہیں تو کذب الٰہی کا واجب ہونا ضروری ہوگا تو جب کذب اللہ کی صفت اور ممکن مانیں گے تو واجب و ممکن کا اجتماع لازم آئے گا جو باطل ہے۔

دلیل نمبر ۱۱/استحالہ نمبر ۳/:

صدق الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے۔

شرح قادری:

دلیل نمبر ۱۱ یہ ہے کہ کذب کو اللہ کے لئے ماننے کی صورت میں صدق الٰہی محال ہو جائے گا کیونکہ کذب کے واجب ہونے کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ صدق محال ہو جائے۔ ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے۔

دلیل ۱۲/استحالہ ۴/:

کذب صفت کمال ہو کہ صفات باری سب صفات کمال۔

شرح قادری:

اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ چوتھا استحالہ یہ ہے کہ جھوٹ کمال وخوبی والا ہو کیونکہ اللہ کی ساری صفتیں کمال والی ہیں اور جھوٹ کمال والا ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا کذب کا اللہ کی صفت ہونا باطل ہے۔

دلیل نمبر ۱۳/،
استحالہ نمبر ۵/:

صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم اور عدم کذب عدم کمال اور عدم کمال عین نقصان۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ:

پانچواں استحالہ یہ ہے کہ صدق صفت نقصان ہو یعنی صفت عیب ہو کیونکہ کذب جب صفت کمال ہوا اور صدق کذب کی ضد ہے تو لازم کہ صدق صفت نقص وعیب ہو ورنہ ضد، ضد نہیں رہیں گے اور یہ باطل ہے۔

صدق صفت نقصان کیوں ہوگا:

اب اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی سنئے، فرماتے ہیں کہ:

صدق صفت نقصان اس لئے ہوگا کہ وہ یعنی صدق عدم کذب کو مستلزم اور عدم کذب، عدم کمال، کیونکہ جب ماقبل میں کذب کا کمال ہونا ثابت ہوگیا تو جب کذب کمال ہے تو عدم کذب، عدم کمال ہوگا۔ اور عدم کمال جناب باری میں عین نقصان ہے۔

دلیل نمبر ۱۴/ ۱۵/ ۱۶/، استحالہ نمبر ۶/ ۷/ ۸/:

صدق کلی وکذب جزئی جب دونوں صفت اور دونوں ممکن، تو دونوں واجب، تو دونوں محال۔ تو اجتماع نقیضین وارتفاع نقیضین و اجتماع اجتماع وارتفاع سب حاصل۔

شرح قادری:

دلیل نمبر ۱۴/:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ:

صدق کلی اور کذب جزئی جب دونوں ممکن اور دونوں صفت تو دونوں واجب بھی ہوں گے کیونکہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں اور جب دونوں واجب ہوں گے تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا کیونکہ صدق کلی کے ہوتے ہوئے کذب جزئی کی بالکل گنجائش نہیں اور

کذب جزئی کے ہوتے ہوئے صدق کلی کی گنجائش ختم، مطلب جب سب سچ تو ایک جھوٹ کہاں سے آیا اور جب ایک جھوٹ مان لیا تو کل سچ کیسے ہوگا؟ تو یہ اجتماع نقیضین ہے جو محال اور باطل ہے۔ لہذا کذب الٰہی کا ممکن ماننا ہی باطل ہے۔

دلیل نمبر ۱۵/استحالہ نمبر ۷/: تو دونوں محال:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ:

صدق کلی اور کذب جزئی جب دونوں صفت اور دونوں ممکن تو دونوں واجب تو دونوں محال۔ تو دونوں کے وجوب کے ثبوت و بطلان پر تو کلام ہو چکا اب محال کے ثبوت و بطلان پر بحث ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں کہ دونوں کا وجوب ہی دونوں کا محال ثابت کرے گا وہ کیسے دیکھئے صدق کلی اور کذب جزئی جب دونوں واجب ہوں گے تو صدق کلی کا وجوب کذب جزئی کے محال ہونے کو لازم کرے گا۔ اور کذب جزئی کا وجوب صدق کلی کے محال ہونے کو لازم کرے گا۔ یعنی دونوں میں ہر ایک کا وجوب دوسرے کے محال ہونے کو ثابت کرے گا۔ اور آپ دونوں کا وجوب تسلیم کر چکے ہیں تو یہ ارتفاع نقیضین ہوا اور ارتفاع نقیضین محال و باطل ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی ایک تو ہوگا یا سچا یا جھوٹا۔

دلیل نمبر ۱۶/استحالہ نمبر ۸/:

> اجتماع اجتماع وارتفاع سب حاصل۔

شرح قادری:

اس عبارت سے اعلیٰ حضرت قبلہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ صدق کلی اور کذب جزئی دونوں کا واجب ہونا اور دونوں کا محال ہونا ایک ساتھ لازم آرہا ہے جیسا کہ ماقبل میں واضح ہو چکا اور دونوں کے واجب ہونے کا مطلب نقیضین کا اجتماع اور دونوں کے محال ہونے کا مطلب

نقیضین کا ارتفاع اور دونوں کے ایک ساتھ لازم آنے کا مطلب ہوا اجتماع اجتماع وارتفاع یعنی ارتفاع اور اجتماع کا اجتماع اور یہ بھی باطل ومحال ہے۔

دلیل نمبر ۱۷/۱۸/۱۹/استحالہ نمبر ۹/۱۰/۱۱:

بعینہ اسی طریقے سے دونوں کمال تو دونوں نقصان تو دونوں مجمع کمال ونقصان۔

شرح قادری:

یعنی کذب کو ممکن ماننے کی صورت میں کذب بھی صفت ہوگا اور صدق تو صفت الٰہی ہے ہی، تو صدق اور کذب جب دونوں صفت ہوں گے تو دونوں صفت کمال ہوں گے کیونکہ صفات الٰہیہ سب کمال والی ہیں حالانکہ کذب کمال نہیں بلکہ عیب ونقص ہے۔

دلیل نمبر ۱۸/استحالہ نمبر ۱۰:

تو دونوں نقصان۔

شرح قادری:

چونکہ صدق نام ہے عدم کذب کا اور کذب نام ہے عدم صدق کا یعنی سچ نام ہے جھوٹ نہ ہونے کا اور جھوٹ نام ہے سچ نہ ہونے کا اور یہ دونوں آپس میں نقیض ہیں اور کذب ممکن مان کر دونوں کو آپ نے صفات الٰہی مان لیا۔ اور میں مقدمہ میں بتا چکا ہوں کہ اللہ صرف صفات کمالیہ کا جامع ہے، تو صدق اور کذب دونوں صفت کمال ہوں گے اور یہ مت بھولئے گا کہ دونوں آپس میں نقیض ہیں تو صدق کا کمال والا ہونا کذب کا نقصان لازم کرے گا اس لئے کہ نقیض ہے اور کذب کا کمال صدق کا نقصان لازم کردے گا اس لئے کہ نقیض ہے اس طرح دونوں صفت نقصان بن گئے۔

یہی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ دونوں کمال تو دونوں نقصان۔

دلیل نمبر ۲۰/استحالہ نمبر ۱۲/: ”تو دونوں مجمع کمال ونقصان“

صدق اور کذب دونوں اللہ کی صفت ہونے سے صاحب کمال ہو گئے، لیکن پھر مت بھولئے کہ دونوں آپس میں نقیض ہیں تو صدق کا کمال کذب کا نقصان ہونا لازم کرے گا اور کذب کا کمال صدق کا نقصان ہونا لازم کرے گا ورنہ نقیض نقیض نہیں رہیں گے تو دونوں مجمع کمال ونقصان بن گئے۔

دلیل نمبر ۲۱، ۲۲/استحالہ نمبر ۱۳، ۱۴/:

”صدق وکذب“ جب دونوں صفت تو دونوں مقتضیٰ تو دونوں منافی تو دونوں جامع اقتضاء وتنافی۔

شرح قادری:

اس کو بھی ماقبل کی دلیل کی روشنی میں سمجھیں کہ کذب جب ممکن ہوگا تو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا تو جب صدق وکذب دونوں صفت تو دونوں مقتضیٰ کیونکہ صفات الٰہی مقتضائے ذات الٰہی ہیں اور کذب عیب ونقص کا نام ہے اور عیب مقتضاء نہیں بن سکتا۔ یہ ایک استحالہ جو مستقل دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۲۱/استحالہ نمبر ۱۳: تو دونوں منافی:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ:

جب صدق وکذب دونوں مقتضیٰ ہوں گے تو دونوں منافی ذات بھی ہو جائیں گے کیونکہ صدق اور کذب دونوں آپس میں نقیض ہیں تو جس وقت صدق مقتضیٰ ہوگا تو کذب منافی ذات ہوگا ومخالف ذات ہوگا ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا یا نقیض، نقیض نہیں رہ جائے گی۔ اور جب کذب مقتضیٰ ہوگا تو صدق منافی ذات ومخالف ذات ہوگا۔ اس طرح سے دونوں منافی ذات ہو گئے۔

دلیل نمبر ۲۲/ استحالہ نمبر ۱۴:

تو دونوں جامع اقتضا و تنافی

اس دلیل کو ماقبل کی دونوں دلیلوں نے ثابت کر دیا وہ ایسے کہ دونوں کے مقتضیٰ ہونے سے دونوں کا جامع اقتضاء ہونا ثابت ہوا اور دونوں کے منافی ہونے سے دونوں کا جامع تنافی ہونا ثابت ہوا تو دونوں جامع اقتضائ وتنافی ہو گئے۔

دلیل نمبر ۲۳/ استحالہ نمبر ۱۵:

> جب دونوں مقتضیٰ تو وجود ذات مستلزم اجتماع نقیضین اور جس کا وجود مستلزم محال ہو خود محال تو بر تقدیر امکان کذب وجود باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے۔ مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سلگائی آگ نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ صدق و کذب جب دونوں مقتضائے ذات ہوں گے تو ذات الٰہی کا وجود اجتماع نقیضین کو مستلزم ہوگا اور اجتماع نقیضین محال تو ذات الٰہی کا وجود محال کو مستلزم ہوا۔ اور جس کا وجود محال کو مستلزم ہو وہ خود محال تو امکان کذب کی صورت میں اللہ کا وجود ہی محال ہو گیا۔ خیال رہے کہ یہ سارے استحالات امکان کذب ماننے پر ہیں۔

دلیل نمبر ۲۴:

> اقول و باللہ التوفیق: بالفرض اگر کذب کو عیب و منقصت نہ مانئے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولیٰ تعالیٰ کے لئے واجب الثبوت ہوتا اور عقل سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لئے ایسی شے کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو۔

شرح قادری:

اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ، کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کذب عیب اور بری چیز تو ہے ہی، لیکن بفرض باطل اگر کذب کو عیب اور نقص نہ مانئے لیکن اتنا تو ماننا ہی پڑے گا کہ جھوٹ کوئی کمال کی چیز نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے واجب الثبوت ہوتا، اس لئے کہ وہ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے تو اگر جھوٹ کمال ہوتا تو اللہ کے لئے ضرور ثابت ہوتا اور عقل سلیم گواہ ہے کہ اللہ تعالی کے لئے ایسی شے کا ثبوت بھی محال ہے جس میں کمال نہ ہو اگرچہ نقص و عیب نہ ہو۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں کہ:

ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب به للاتفاق علی ان کل ما یتصف هو به یلزم ان یکون صفة کمال۔

یعنی ایسی چیز جو صفات کمال سے نہیں ہے اللہ تعالی کا اس سے متصف ہونا محال ہے اس وجہ سے کہ ہر وہ چیز جس سے وہ متصف ہوگا اس کا صفت کمال ہونا لازم ہے، ”شرح مسایرہ“ میں علامہ ابن شریف فرماتے ہیں کہ:

یستحیل علیه تعالیٰ کل صفة لا کمال ولا نقص

محال ہے اللہ پر ہر وہ صفت جو نہ کمال ہے اور نہ نقص۔

دلیل بست و پنجم

اقول و باللہ التوفیق:

بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا کذب مطلق مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق

جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالیٰ لا الٰہ الا اللہ وقولہ تعالیٰ محمد رسول اللہ وغیرہما کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع وتوقیف سمع خود حکم کرتی ہے تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو ورنہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام صادق ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث ومخلوق تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث ومخلوق ماننے کو مستلزم۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ بداہت عقل شاہد کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا یعنی بعض باتوں میں جھوٹ بولنے پر قادر ہوگا وہ کذب مطلق یعنی ہر بات کے جھوٹ کہنے پر بھی قادر ہوگا، اس لئے کہ کذب مطلق موجبہ کلیہ کا تقاضا کرتا ہے اور مطلق کذب موجبہ جزئیہ کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کا کوئی معنی نہیں اور قرآن کلام اللہ یقیناً قطعاً حق وسچ ہے۔ اور قرآن کے بعض قضئے جیسے لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کے سچ ہونے کو تو محض عقل بغیر کسی دلیل کے حکم کرتی ہے۔

تو ضروری ہوا کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو کیونکہ قرآن جب مقتضائے ذات ہوگا تو وہ قدیم اور غیر مخلوق ہوگا اور چونکہ اللہ کا کلام وہ بھی ہے اور ماقبل میں ہم بتا چکے کہ قرآن قطعاً سچ اور حق اور سچ کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا تو کذب مطلق مقدور اور تحت قدرت نہیں رہ جائے گا۔ کیونکہ سچی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی۔

(۲) اور قرآن کلام اللہ جب مقتضائے ذات نہیں ہوگا تو وہ حادث مخلوق ہوگا کیونکہ جو کچھ ذات اور متضائے ذات کے سوا ہے سب حادث ومخلوق تو کذب الٰہی ممکن ماننے کی

صورت میں قرآن کلام اللہ کا حادث ومخلوق ہونا لازم آیا جو گمراہی ہے۔

دلیل بست وششم

"اقول وباللہ التوفیق:

جب بر تقدیر امکان کذب بوجہ بطلان ترجیح بلا مرجح ونیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہوا تو ہر فرد صدق مقدور ہوگا۔ ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا۔ تو کذب فی البعض محال یا واجب۔ حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، ھذا خلف، پس صدق وکذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا۔ اور ہر مقدور حادث ۔تو کلام الٰہی سے ازل میں مطابقت ولا مطابقت دونوں مرتفع اور یہ بداہۃً محال"۔

شرح قادری:

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ امکان کذب ماننے کی تقدیر پر ترجیح بلا مرجح کے باطل ہونے کی وجہ سے اور سچی بداہت کے حکم سے بھی، جب جھوٹ کا ہر فرد قدرت الٰہی میں ہوا تو سچ کا ہر فرد بھی قدرت الٰہی میں ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو یعنی صدق کا ہر فرد قدرت الٰہی میں نہ ہو تو بعض فرد ہوگا۔ تو اس بعض فرد میں صدق واجب ہوگا۔ اور باقی بعض میں صدق محال ہوگا کیونکہ وہ قدرت الٰہی میں نہیں ہیں اور جو قدرت الٰہی میں نہیں ہوتا ہے وہی محال ہوتا ہے۔ تو جن بعض میں صدق واجب ہوگا ان بعض میں کذب محال ہوگا اور جن بعض میں صدق محال ہوگا ان بعض میں کذب واجب ہوگا۔ حالانکہ آپ نے ہر فرد کذب کو تحت قدرت الٰہی مانا تھا۔ یہ خلاف مفروض ہے جو باطل ہے۔ تو صدق اور کذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث ہے تو کلام الٰہی ازل میں نہ سچ رہا نہ جھوٹ، کیونکہ صدق وکذب دونوں تو حادث ہو گئے۔ ازل میں

تھے ہی نہیں۔ تو کلام الٰہی ازل میں صادق اور کاذب کیسے ہوگا؟

یہی سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ کلام الٰہی سے ازل میں مطابقت ولا مطابقت دونوں مرتفع ہو گئے۔ اور یہ باطل ہے۔ لہٰذا امکان کذب باطل ہے۔

دلیل بست وھفتم

"اقول وباللہ التوفیق:

"کتب حدیث وسیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ کر ایمان لائے کہ:

"لیس ھٰذا وجہ الکذابین"

یہ منھ جھوٹ بولنے کا نہیں اے شخص یہ اس کے حبیب کا پیارا منھ تھا جس پر خوبی و بہار دو عالم نثار اور پاکی اور قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے واللہ اگر آج حجاب اُٹھاویں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی، مخالف اسے دلیل خطابی کہے مگر میں اسے حجت ایقانی لقب دیتا۔ اور مسلمان کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کیلئے ودیعت رکھتا ہوں۔ یوم ینفع الصدقین صدقھم"۔

شرح قادری:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ بہت سے خوش نصیب ذی عقل لوگ صرف جمال مصطفیٰ دیکھ کر بولے کہ: "لیس ھٰذا وجہ الکذابین" یہ منھ جوٹ بولنے کا نہیں اور ایمان لے آئے۔ تو پھر اس کے صانع اور خالق کے متعلق جھوٹ کا تصور کیسے

کیا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ:

> "پاکی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے واللہ اگر آج حجاب اُٹھادیں تو ابھی روشن ہوجائے کہ اس وجہ پر جھوٹ کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی۔مخالف اسے دلیل خطابی کہتے مگر میں اسے حجت ایقانی کہتا ہوں"۔

دلیل خطابی وایقانی کیا ہے؟ ملاحظہ کریں!

دلیل خطابی وہ ہے جو مقدمات ظنیہ سے مرکب ہو،لیکن جن حضرات کے متعلق لوگوں کو حسن ظن رہتا ہے مثلاً اولیاء کرام وحکماء ان کے اقوال کو قضایائے مقبولہ کہتے ہیں۔پھر چونکہ قضیہ مقبولہ قضیہ ظنیہ ہی کی ایک قسم ہے اس لئے قضایائے مقبولہ سے جو قیاس مرکب ہوگا اسے بھی دلیل خطابی کہتے ہیں۔

مرقاۃ میں ہے: القیاس الخطابی:

"قیاس مفید للظن ومقدماته، مقبولات، ماخوذات ممن یحسن الظن،فیهم کالاولیاء والحکماء"

حجت ایقانی:

وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو،لیکن انبیاء کرام کے ارشاد مقدمہ سے جو قیاس مرکب ہو اسے بھی قیاس برہانی وایقانی کہتے ہیں،کیونکہ ان کے اخبار صادقہ کی حقانیت پر معجزات باہرہ وبینات قاہرہ کی ربانی مہر ہے۔

یہ دیکھئے مرقاۃ:

اما المأخوذات من الانبیاء علیهم فلیست من الخطابة لانها

اخبار صادقۃ من مخبر صادق دل علی صدقہ المعجزۃ فالقیاس المرکب منہا برھانی قطعی المقدمات۔

یہاں تک تو آپ نے دلیل خطابی اور ایقانی کو سمجھ لیا، اب کہنا یہ ہے کہ اعلیٰحضرت قبلہ نے جو دلیل دی کہ سرکار کا چہرہ دیکھ کر لوگ ایمان لے آئے اور پاکی ہے اس کے وجہ کریم کو کہ اگر آج پروہ اُٹھ جائے تو روشن ہو جائے کہ جھوٹ کی تہمت اس پر کس قدر جھوٹی تھی۔

اس دلیل کو مخالف دلیل خطابی کیوں کہے گا اس لئے کہ وہ مفید ظن ہوتا ہے تو کہیں نہ کہیں شک رہے گا۔ اور اعلیٰحضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:

> ''میں اسے حجت ایقانی کہتا ہوں کیونکہ وہ مفید یقین ہوتا ہے تو شک وشبہ کی گنجائش ختم ہو جائے گی''۔

اب فقیر کا یہ کہنا ہے کہ یقیناً یہ حجت ایقانی ہے اور یقیناً اہل ایمان کی ہدایت ایمانی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے خالق کے لئے کذب ناممکن ہے۔ کیونکہ ایمان سے خالی، ارباب عقل نے سرکار کا چہرہ دیکھنے کے بعد محض عقل سے یہ فیصلہ کرلیا کہ یہ منھ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ تو اہل ایمان کی ہدایت ایمانی اس محبوب کے خالق کے متعلق کیسے جھوٹ کو روا رکھے گی۔

دلیل بست وھشتم

> ''قال عزوجل ومن اصدق من اللہ قیلاً۔ اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔
>
> اقول وباللہ التوفیق: آیت کریمہ نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سنئے خادم تفسیر وحدیث وواقف کلمات فقہاء پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل

مطلق ونفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں"۔

شرح قادری:

اس دلیل میں اعلیٰحضرت سرکار نے بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔مگر میں نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل مغز کو پیش نظر رکھا ہے۔اعلیٰحضرت سرکار فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ **ومن اصدق من اللہ قیلاً** کذب الٰہی کے محال عقلی ہونے پر نص جلی اور واضح دلیل ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

خادم تفسیر وحدیث پر واضح وروشن کہ اس طرح کی عبارتیں اگر چہ غیر کی زیادتی کی نفی کرتی ہیں مگر حقیقت میں مطلق فضیلت کے لئے اور ہمسری وبرتری کی نفی کیلئے لائی جاتی ہیں۔جیسے کہا جاتا ہے کہ سرکار سے زیادہ افضل کوئی نہیں یعنی سرکار سب سے افضل ہیں۔اب **اصدق من اللہ قیلا** کا معنی ہوا کہ سب سے زیادہ سچی بات اللہ کی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ آیت کذب الٰہی کے محال عقلی ہونے پر کیسے دلیل ہے؟ تو دیکھئے جب ہم اہل تواتر کے خبر کو دیکھتے ہیں تو وہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض ہوتی ہے، جس میں عقل کسی طرح جانب خلاف کو جائز نہیں رکھتی تو کلام الٰہی میں جس کی شان یہ ہے کہ سب سے سچی بات اس کی ہے کس طرح عقل جانب خلاف یعنی جھوٹ کو جائز رکھے گی۔ حالانکہ اہل تواتر کی خبر میں امکان عقلی اور ذاتی ہے۔کیونکہ اہل تواتر کا جمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے باہر نہیں۔تلویح میں ہے کہ:

المتواتر:

یوجب علی الیقین بمعنی ان العقل یحکم حکما قطعیا بانہم

لم یتواطوا علی الکذب لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطھم علی الکذب۔

یعنی متواتر علم یقین کو واجب کرتا ہے اس طور پر کہ عقل قطعی حکم کرتی ہے کہ اہل تواتر کی اتنی بڑی جماعت کذب پر جمع نہیں ہوسکتی ہے لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے کذب پر جمع ہونے کا امکان عقلی بھی ختم ہوگیا۔ تو اہل تواتر کی خبر جس میں علم یقین قطعی جازم ہوتا ہے باوجود اس کے اس میں امکان عقلی ہوتا ہے اب اگر وہی امکان عقلی کلام الٰہی میں بھی ہو تو کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کے بھی کلام کا اس کے کلام کے ہمسر نہ ہونا اس کے کلام کا سب کلاموں سے اعلیٰ ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ جب کہ **ومن اصدق من اللہ قیلا** کا مقصد یہی تھا۔ لہٰذا ثابت کہ جب اس کی بات سب سے سچی اور سب سے اعلیٰ تو اس کے کلام میں کذب محال عقلی۔

دلیل بست و نہم

"قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ **قل ای شیئ اکبر شھادۃ ط قل اللہ**۔ اے نبی تو کافروں سے پوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے تو خود ہی فرماتا ہے کہ اللہ:

اقول: اللہ کے لئے حمد و منت کہ یہ آیت کریمہ آیت سابقہ سے بھی جلی واظہر اور افادۂ مراد میں اجلی و ازہر وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحوالۂ عرف یہاں صراحتاً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر و اعظم و اعلیٰ ہے۔ اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادۃ الٰہی کو شہادۃ اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے

بھی مہیا اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی پیدا تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے برأت پر ایمان لائے"۔

شرح قادری:

قل ای شئی اکبر شہادۃ: اے نبی کافروں سے پوچھئے کہ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی پھر خود ہی فرمایا کہ اللہ۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں صاف صاف صراحۃً اور وضاحۃً ارشاد الٰہی ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب سے اکبر اور اعلیٰ ہے، اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے، مطلب، اللہ کا جھوٹ بولنا ممکن مانئے تو کسی طرح شہادۃ الٰہی کو شہادۃ اہل تواتر پر فوقیت حاصل نہیں ہوگی۔ اور کسی بھی طرح شہادۃ الٰہی، شہادۃ اہل تواتر سے اعلیٰ واکبر نہیں ہوگی، کیونکہ جو یقین شہادۃ الٰہی سے ملے گا وہ اہل تواتر سے بھی ملے گا۔ اور جو احتمال اہل تواتر میں باقی یعنی کذب کا احتمال عقلی، وہ شہادۃ الٰہی میں بھی موجود تو شہادت الٰہی کا سب سے اعلیٰ واکبر ہونا کیسے ثابت؟ لہٰذا ضروری ہوا کہ آپ یہ مانیں کہ کلام الٰہی میں کسی طرح کذب ممکن نہیں اور آیت کریمہ کا مفاد و مقصد بھی یہی ہے۔

اب اعلیحضرت قبلہ کی بارگاہ میں چلئے! فرماتے ہیں کہ:

تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہلسنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے برأت پر ایمان لائے۔

دلیل سیم

قال ربنا عز من قائل وتمت کلمت ربك صدقاً

وعدلاً لا مبدل لکلماتہ و ھو السمیع العلیم۔
اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں کوئی بدلنے والانہیں اس کی باتوں کا اور وہی ہے سننے اور جاننے والا۔ علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہادرجہ صدق وعدل پر ہے جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

شرح قادری:

اس دلیل میں بھی اعلیٰ حضرت قبلہ نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ مگر میں یہاں بھی لب ولباب اور مغز کو آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

سرکار اعلیحضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ باری عزوجل کا کلام انتہادرجہ صدق وانصاف پر ہے۔ اعلیحضرت کے اس جملے کو دھیان میں رکھئے گا کہ آگے مقصود اسی سے ثابت ہونے والا ہے۔

اب آیئے دیکھئے اعلیحضرت قبلہ نے اس دلیل میں صدق قائل کے سات درجے بیان کئے ہیں جن میں کا چھٹا درجہ یہ ہے کہ معصوم من اللہ اور مؤید بالمعجز ات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات، امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین کا ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے معصوم معجزات سے تائید شدہ ہو کہ کذب کا وقوع ممکن نہ ہو مگر من حیث الذات، امکان ذاتی ہو۔ یہ انبیا کا مرتبہ ہے۔

درجہ نمبر ۷:

ساتواں درجہ یہ ہے کہ کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی جلیل عظمتیں اور عظیم جلالتیں بالذات کذب اور غلط کی نافی اور منافی ہو۔ اور اس کی عزت کے آس پاس کذب وغلط کا گذر بھی محال

عقلی ہو یہ صدق کا انتہائی درجہ ہے جس کے اوپر تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اب نتیجہ کی طرف چلیں:

آیت کریمہ ارشاد فرما رہی ہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل انتہاء کے اعلیٰ درجے پر ہے تو ضروری ہے کہ جس طرح اللہ سے ظلم اور خلاف عدل کا صادر ہونا اہلسنت کے اجماع سے محال عقلی ہے ایسے ہی جھوٹ اور صدق کے خلاف بھی صادر ہونا محال عقلی ہو ورنہ اللہ کا صدق انتہائی درجہ کو نہیں پہنچے گا۔ تو ثابت کہ کذب محال عقلی ہے۔

ختم شد